URDU STUDIES vol 1 issue 1 2021 Pages 117-121 یو جی سی سے منظور شدہ

Maktub banam Syyed Hadar Husain

Late Syyed Naseer Husain Khan Khayal

مکتوب بنام سید حیدر حسین

سید نصیر حسین خان خیال مرحوم

﴿سید نصیر حسین خان خیال [۲۱/ مارچ ۱۸۷۵ تا ۱۱/ دسمبر ۱۹۳۴] کا تعلق عظیم آباد کے اس خانوادے سے تھا جس نے دو صدیوں تک اردو پروری کی تھی۔ انھوں نے تا دم عمر خاندان کی اس وراثت کی پاسداری کی۔ وہ زباندان تھے اور نثر نگاری کے شیدائی۔ خیال کی نثر نگاری کو اب تک صرف 'مغل اور اردو' کی روشنی میں دیکھا جاتا رہا ہے۔ جبکہ ان کی نثری خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ ان کی تحریروں میں موضوعات اور اسالیب کا تنوع موجود ہے۔ وہ صاحب طرز انشا پرداز بھی تھے، قوموں کی ثقافتی تاریخ کے نبض شناس بھی؛ بالغ نظر مبصر ادب بھی تھے، مکتوب نگار اور انشائیہ نگار بھی۔

خیال کا درج ذیل مکتوب بہار کے شہر سیوان کے قصبہ کھجوا سے شائع ہونے والے رسالہ 'اصلاح' میں شائع ہوا تھا۔ سید حیدر حسین سیوان کے باشندہ تھے، پیشے سے وکیل تھے اور 'اصلاح' کے مستقل قلمکار ہونے کے ساتھ ہی رسالہ 'شیعہ' کے مدیر بھی تھے۔ ارشد مسعود ہاشمی۔﴾

کلکتہ۔

جولائی ۱۹۰۴ء

مکرم و محترم۔ گذشتہ نمبر میں 'اصلاح' کے آپ کا جو مضمون 'رسم پردہ' کے متعلق شائع ہوا ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ مجھے چند امور میں اختلاف ہے جنھیں میں نمبر وار گزارش کرتا ہوں۔

(۱) علی گڑھ کالج، علی گڑھ پارٹی اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس یہ تینوں گو آپس میں متحد معلوم ہوں لیکن فی الحقیقت ایک چیز تصور نہیں کی جاسکتیں۔

(۲) علی گڑھ کالج اس بڑے انسٹی ٹیوشن کا نام ہے جسے ملک وقوم کی متفقہ کوشش نے قائم کر کے اس درجہ تک لا پہنچایا ہے اور اس لیے ہر فرد قوم پر اس کی اصلاح ونگرانی فرض عینی ہے۔

(۳) علی گڑھ پارٹی صرف اس جماعت کا نام ہے جو ایسے واجب القدر انسٹی ٹیوشن کی ہمدرد و ترقی خواہ ہے۔

(۴) محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس وہ بڑی جماعت مسلمانوں کی ہے جو ہر سال ملک کے ایک حصہ میں اپنی نشست کر کے مسلمانوں کے تعلیمی مسئلوں پر غور کرتی اور بعد بحث ومباحثہ کسی امر کو اختیار کرنے پر متوجہ ہوتی ہے۔

(۵) یہ کچھ ضرور نہیں کہ خاص کالج میں جو امور قرار پا جائیں، علی گڑھ پارٹی بھی اسے خواہ مخواہ قبول کر لے یا ان امور کی ذمہ دار قرار دی جائے۔اسی طرح یہ بھی ضرور نہیں کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی ہر رائے علی گڑھ کالج یا علی گڑھ پارٹی کے سر تھوپی جائے بلکہ یہ تینوں تین الگ چیزیں ہیں اور ایک کا ذمہ دار دوسرے کو ٹھیرانا ناواقفیت یا انصاف سے الگ جانا ہے۔

(۶) 'رسم پردہ' پر بیشک آج پانچ سات برسوں سے عموماً مسلمانوں اور خصوصاً محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں بحثیں ہو رہی ہیں جسے سب سے اول آنریبل مسٹر جسٹس امیر علی نے کلکتہ کی کانفرنس میں بہ حسن اسلوب شروع کیا۔ پھر دلی کی کانفرنس میں آنریبل آغا خاں نے جسے تازہ کر دکھایا اور پھر اب کے بمبئ میں آنریبل جسٹس بدرالدین نے اس خیال کو زندہ کیا۔

(۷) بیشک ہر جلسہ کا صدر قابل تعظیم حاضرین ہوتا ہے اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے لیکن کچھ ضرور نہیں کہ جو الفاظ زبان صدر سے نکلیں وہ آیات وحدیث مانے جائیں اور ہر فرد اسے ماننا واجب بھی جانے۔

(۸) رسم پردہ پر جو تقریریں ان قابل تعظیم بزرگوں نے کیں وہ ہر حالت میں ان کی ذاتی رائیں تھیں جس سے کانفرنس کو مطلق تعلق نہیں اور نہ جس کی ذمہ وار کانفرنس قرار دی جا سکتی ہے۔آنریبل مسٹر بدرالدین نے جہاں رسم پردہ پر تقریر کی وہاں اور بہت سے امور کے ضمن میں کانگریس و کانفرنس کو متحد قرار دینے کی بھی تحریک کی۔ یہ رائیں غلط ہوں یا صحیح اس سے بحث نہیں لیکن اس سے ایک لمحہ کو بھی کوئی منصف یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ مسٹر بدرالدین کی تحریک گویا کانفرنس کی تحریک تھی۔

(۹) رسم پردہ پر جو اور تقریریں ان تینوں گذشتہ کانفرنسوں میں ہوئیں ان کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد صاف کھل جاتا ہے کہ جس سماعت کو علی گڑھ پارٹی کا خطاب دیا گیا ہے اس کی ذاتی رائے اس امر

میں کیا ہے، اور مجھ پر تو حالی ہے کہ اس پارٹی کی رائے آپ کے خیالات سے ملتی جلتی ہوئی سی ہے۔

(۱۰) رہا خاص علی گڑھ کالج اور اس کی رائیں۔ سب سے مہتم بالشان جو شے اس وقت کالج میں موجود ہے اور جس سے ان طلبا کے خیالات اور رائیں معلوم ہو سکتی ہیں جو ایجوکیٹڈ (تعلیم یافتہ) پکارے جاتے ہیں وہ 'سیڈنس یونین کلب'[۱۵] ہے جہاں ہر اہم امر اور ہر اس مسئلہ پر جو ملک میں دائر وسائر رہتے ہیں فارغ التحصیل طلبا اپنی آزادانہ رائیں بیان کرتے اور اپنی اپنی تحریکیں پیش کیا کرتے ہیں۔ اور پھر ان پر آزادانہ نکتہ چینیاں اور بحث ومباحثے ہوا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کلب کالج اور اس کے طلبا کے خیالات کا آئینہ ہے۔ جسے وہاں کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنی ہو وہ اس آئینہ پر نظر کرے اور جو صورت نظر آئے اسے پبلک کے روبرو پیش کرے۔

(۱۱) اس کلب میں جہاں اور متعدد اہم مسائل پر بحثیں ہوئیں وہاں کئی بار رسم پردہ پر بھی گفتگو ہوا کی۔ جو شخص مہذب ممالک کے کالجوں اور وہاں کے معزز کلبوں کی اہمیت اور اس کے نتائج سے باخبر ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ عموماً اس قسم کی تقریریں، تحریکیں، اختلاف اور تائید کس درجہ عمدہ اور لائق تحسین ہوا کرتی ہیں۔ وہی حالت اس کلب کی بھی ہے اور میں اپنی ذمہ داری پر بیان کر سکتا ہوں کہ جب جب رسم پردہ پر یونینکلب میں بحثیں ہوئیں تو اچھی خاصی جنگ نظر آئی جس نے روم وروس کی لڑائی بھی مات کر دی۔ ہر فریق ایک جوش کا پتلا کھڑا دکھائی دیتا تھا اور زبان کی قینچی سے دوسرے فریق کے پرزے اڑا رہا تھا۔ ان بحث ومباحثہ کے نتیجے ہمیشہ ووٹ پر ختم ہوا کرتے ہیں۔ یونین کلب نے بھی ہمیشہ اسے ووٹ پر ختم کیا اور میں جانتا ہوں کہ وہ فریق جو رسم پردہ کا اس وقت مخالف کھڑا ہوا تھا ہر بار ۷۰ اور ۸۰ (سیکڑا پیچھے) دونوں کے مقابلہ میں شکست فاحش کھاتا رہا۔ اور اس لحاظ سے یونین کلب رسم پردہ کا موید قرار دیا گیا اور ہے!

(۱۲) ان امور کا واقف کار پھر کیونکر قبول کر سکتا ہے کہ جو الزام علی گڑھ کالج پر لگایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ درست اور لائق قبول ہے۔ نہ کانفرنس اس تحریک کی اب تک موید ہے نہ علی گڑھ پارٹی اور نہ خود وہ کالج۔

اس زمانہ میں بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں گو ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے جو علی گڑھ کالج سے خواہ مخواہ بغض وعداوت رکھتے اور صرف اپنی شہرت وناموری اور کاغذی دنیا میں نام نکالنے کی غرض سے اختلاف کی جگہ مخالفت پر آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی نعمتوں کے شکریہ سے درگذر کر کے کفران نعمت کرتے اور مذہب کو بیچ میں آڑ رکھ کر خود غرضی کا شکار کھیلتے اور اس اسلوب سے اپنی قوم کو رسوا اور خلق میں بدنام کیا کرتے ہیں۔

میں جانتا اور یقین کرتا ہوں کہ آپ کا ہرگز یہ مسلک نہیں بلکہ آپ ملک وملت کے سچے بہی خواہ اور دردمند ہیں اور جو کچھ خیالات اپنے مضمون میں ادا فرمائے وہ لاعلمی پر مبنی تھے اور نہ آپ اتنے چشم پوش ہیں کہ جو بات صریحی طور پر دکھائی جائے اس سے آنکھیں چرائیں اور اس کی تائید کو اپنی وضع داری کے خلاف سمجھتے رہیں۔

ہمارے خیال میں علی گڑھ کالج ہی اس زمانہ میں ایک ایسا قابل قدر انسٹی ٹیوشن ہے جس نے ہم کو اتنے فائدے بخشے ہیں جس کے مقابلہ میں ہندوستان کی کسی ایک چیز نے بھی اب تک نہیں بخشے اور اس وجہ سے وہ اس قابل ہے کہ ہم اس کی تائید پر کمر بستہ ہوں نہ کہ مخالفت کرتے رہیں۔کون سی چیز دنیا کی ایسی ہے جو معیوب نہیں اور جس میں اصلاح کی گنجائش نہیں۔انسانوں کی بنائی ہوئی ہر شے کمزور ہوا ہی کرتی ہے لیکن اس کے درست کرنے والے بھی انسان ہی ہوا کرتے ہیں جو ایک زمانہ میں جا کر اپنی متفقہ کوشش سے اصلاح پذیر امروں کو درست کر لیتے ہیں۔علی گڑھ کالج بھی خاطیوں کا بنایا ہوا ہے اور اس لیے بہت سی خطائیں اس کی واضح اور روشن ہیں مگر وہ امور اصلاح طلب ہیں اور جن کی اصلاحیں ہمارے ہی ہاتھوں میں ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ٹھنڈے دلوں سے ان پر غور کریں اور قابل اصلاح امور بغیر طعنہ وتشنیعہ کے پیش کریں۔کون نہیں جانتا کہ پچیس چھبیس برس ادھر جبکہ عظیم الشان کالج کی بنیاد اول کا خیال مسلمانوں کے دماغوں میں آیا تو سوا فرقہ شیعہ کے مسلمانوں کے اور کل فرقے اس خیال کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے پر کمر بستہ نظر آئے۔اگر اس وقت ہماری جماعت کے چند معززوں کی تائیدیں نہ ہوتیں تو اس کا قیام امکان سے باہر تھا۔ہماری تائیدیں صرف زبانی نہ تھیں بلکہ ہم نے اپنے کیسے بھی خالی کیے اور جو عروج اس وقت ہمارے قومی انسٹی ٹیوشن کا نظر آ رہا ہے وہ صرف ہمارے ہی خزانوں کا کرشمہ ہے۔اور اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ علی گڑھ کالج کا زیادہ حصہ شیعہ پارٹی کی بدولت اتمام کو پہنچا۔پھر میں نہیں جانتا کہ جس فرقہ کی ایک معقول رقم ایسے انسٹی ٹیوشن کی تحریک وتائید میں صرف ہوئی وہ آج آ کر اپنی بنائی ہوئی چیز سے کیوں اتنا غافل نظر آئے۔اس پر تو فرض ہے کہ وہ اسے اپنا کالج سمجھ کر اس کے ہر امر میں دخل دے اور دخل ہی نہ دے بلکہ اس کے انتظام میں بھی حصہ لے، اور اپنے فرقہ کے فوائد کی ہمیشہ نگراں رہے۔

کچھ دن پہلے بیشک ہمارے فرقہ نے بھی ایک خاص حصہ اس کالج میں لیا تھا لیکن محسن الملک کے سکریٹری ہوتے وہ خیال اس کا بدل گیا۔بیشک محسن الملک اگر صرف سنی المذہب ہوتے تو ہمیں بہت زیادہ اختلاف کی وجہ نہ تھی۔لیکن 'آیات بینات'[۲] کے مصنف سے ہمیں ایک خاص وجہ اختلاف کی ہے۔میں

اسے مانتا اور میں اسی خیال کا ایک فرد ہوں۔مگر سمجھنا چاہیے کہ ذاتیات اور چیزیں ہیں اور قوم کی خدمات کچھ اور ہی ہیں۔محسن الملک سے اختلاف بحیثیت مصنف 'آیات بینات' اور شے ہے اور بحیثیت سکریٹری کالج اختلاف شے دیگر! دیکھنا اور غور کرنا چاہیے کہ 'وہ کافر سہی بلکہ اکفر' لیکن جو نظام اس کے سپرد کیا گیا اسے اس نے کس طرح برتا اور اس میں تعصب مذہبی کی بو بھی پائی گئی یا نہیں؟ ان امور پر غور کرنے کے بعد اختلاف کیا جائے تو سر آنکھوں پر۔لیکن اس کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ بفرض محال اس نے خیانت بھی کی تو خواہ مخواہ ہم اپنی 'چیز' سے درگذر کیوں کریں اور اسے سرے سے چھوڑ دینے پر آمادہ کیوں ہو جائیں۔اگر ایک مختار ہماری جائداد کا خازن ٹھہر جائے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ اس مختار کی عداوت میں ہم اپنی جائداد سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اور چن چن کر اسی میں عیب نکالیں۔

مجھے امید ہے آپ ہماری عرض پر متوجہ ہوں گے اور یہ باتیں قابل قبول نظر آئیں تو ہمارے 'فرقہ' کو بھی جو آج کل اپنے قومی انسٹی ٹیوشن سے علاحدہ نظر آ رہا ہے اس کی تائید کی طرف متوجہ کریں تا کہ وہ سوچے اور سمجھے اور کوئی عمدہ رستہ اختیار کرے۔وقد ختمت کتابی بہ التماس دعا۔

خیال از کلکتہ۔

۱۔ Siddons Union Club کا قیام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں ۱۸۸۴ء میں ہوا تھا۔ کلب کا نام اس کالج کے پہلے پرنسپل Henry George Impey Siddons کے نام پہ تھا (ہاشمی)۔

۲۔'آیات بینات' محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں کی ایک ضخیم تصنیف ہے جسے انھوں نے شیعہ فرقہ کے درمیان موجود بعض مذہبی عقائد کی رد میں لکھا تھا۔محسن الملک پہلے خود بھی شیعہ ہی تھے۔سرسید احمد خاں کے دست راست تھے۔ریاست حیدر آباد میں بھی اعلی عہدوں پر متمکن رہے (ہاشمی)۔